www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com


فکر و نظر

# نفاذِ شریعت بذریعہ مسلح جدوجہد !!

مالاکنڈ کے سانحہ پر مندرجہ بالا عنوان سے ڈاکٹر محمد فاروق خان نے ۲۳ نومبر کے روزنامہ جنگ میں تجزیہ کرتے ہوئے جو سوالات اٹھائے ہیں اور صورتِ حال کا جو حل پیش کیا ہے، اصل حقیقت اس سے بالکل مختلف ہے۔ تحریک نفاذ شریعت جو وہاں کئی سال سے پُرامن طور پر جاری تھی، کے درجنوں افراد کو شہید کر کے اس پر مسلح جدوجہد کرنے کا الزام لگا دینا قرینِ انصاف نہیں ہے۔ خصوصاً جبکہ تحریک کے سربراہ صوفی محمد مبینہ طور پر عدمِ تشدد کا پرچار اور اعلان کر رہے تھے۔ تحریک کے وابستگان کو ظلم و ستم کا نشانہ بناتے ہوئے انہیں قتل کیا گیا، ان کے گھروں اور بازاروں کو بلڈوز کیا گیا اور آگ لگائی گئی، شریعت پسندوں کو شرپسند کا خطاب دیا گیا اور عالمی نشریاتی اداروں کو بنیاد پرستی اور مسلم عسکریت کے نام پر مذموم پراپیگنڈہ کرنے کا موقع فراہم کیا گیا۔ لیکن حالات کو اس نہج تک پہنچانے والے عوامل کا ازالہ نہیں ہوا اور نفاذ شریعت میں تاخیر کا موجب بننے والے عناصر سے کوئی جواب طلبی نہیں کی گئی۔

تجزیہ میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ ۱۹۷۰ سے اس علاقہ میں پاٹا کے ظالمانہ قوانین نافذ تھے، جس سے اختلاف شروع ہوا۔ ہائی کورٹ نے ان قوانین کو منسوخ کرنے کا فیصلہ دیا۔ یہ فیصلہ ۱۹۸۸ میں ہوا لیکن اس پر فوری عمل درآمد نہ کیا گیا اور وہاں پاکستانی قوانین بلکہ اسلامی قوانین کا نفاذ نہ کیا گیا۔ پانچ سال بعد سپریم کورٹ نے بھی یہی حکم دیا لیکن اس پر بھی عمل نہ کیا گیا جس کے نتیجہ میں تحریک نفاذ شریعت کی جانب سے پُرامن مظاہروں کی نوبت آئی۔ انہیں کچلنے کے لیے صوبائی حکومت نے بھرپور قوت استعمال کرتے ہوئے مئی ۹۴ میں ۱۱۔افراد کو شہید کر کے تحریک کو مسلح جدوجہد میں تبدیل کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ اس کے باوجود تحریک پُرامن رہی اور اس نے کوئی جوابی کارروائی نہ کی۔ ان بے مثال قربانیوں کو نظرانداز کرتے ہوئے مزید چھ ماہ گزرنے کے بعد بھی اعلان کے مطابق شرعی قوانین کا نفاذ نہ ہوا، تو تحریک نے دوبارہ پُرامن مظاہرے شروع کیے لیکن اربابِ اقتدار ٹس سے مس نہ ہوئے۔ اس دوران ایک ممبر صوبائی اسمبلی، مظاہرین سے ٹکراؤ کی بنا پر ہلاک ہو گئے۔ انتظامیہ نے جو اَب تک بے حسی کا شکار تھی، مسئلہ کو پُرامن طور پر حل کرنے کی بجائے آرمی ایکشن کا سہارا لیا اور ملیشیا کے ذریعہ تحریک کو کچلنے کے لیے قوت استعمال کی، جس کے نتیجہ میں بے شمار افراد شہید اور زخمی ہوئے۔ اتنے بڑے واقعہ کی تحقیقات کے لیے سپریم کورٹ کے چیف جسٹس کی سربراہی میں وسیع اختیارات کے حامل کمیشن کا


© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com



قیام فوری طور پر ضروری تھا، جس سے تاحال پہلو تہی کی جا رہی ہے۔

ایک نظریاتی ملک ہونے کی بنا پر پاکستان میں شریعتِ اسلامیہ کا نفاذ لازمی اَمر تھا۔ آزادی کے بعد استعمار کی باقیات اور غیر ملکی آقاؤں کے اشارے پر رقص کرنے والے جانشینوں نے قیامِ پاکستان کے مقاصد کو پورا نہ ہونے دیا جس کے نتیجہ میں ملک دولخت ہوگیا۔ لیکن اربابِ حل و عقد نے کوئی عبرت حاصل نہیں کی۔ جس نہج پر ملکی سیاست چل رہی ہے اس میں بہتری کے آثار نظر نہیں آتے۔ اگرچہ موجودہ آئین میں نمائشی طور پر بطورِ دفعہ 2A قرار داد مقاصد کو شامل کر دیا گیا ہے، لیکن اس کے مطابق آئین میں ترمیم اور قانون سازی نہیں کی گئی۔ یہاں تک کہ سپریم کورٹ نے اس اَمر کی شہادت پیش کر دی کہ قرار داد مقاصد کو دیگر دفعاتِ آئین پر کوئی برتری حاصل نہیں ہے۔ چنانچہ اسلامائزیشن کا خواب شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکا۔ اس طرح ایک ایسا ملک جو دنیا بھر میں اپنی نظریاتی اساس کی وجہ سے مشہور تھا اسلامی نظریہ کی آبیاری کرنے سے قاصر رہا۔ نوبت بہ اینجا رسید کہ نصف صدی گزرنے کے باوجود یہاں شریعت کے نفاذ کے لیے مطالبات کا سہارا لینا پڑا اور مطالبہ کرنے والوں کو جواب میں سینوں پر گولیاں کھانا پڑیں۔ یہ تاریخِ عالم کا بہت بڑا المیہ ہے کیونکہ اپنے بنیادی نظریہ سے روگردانی اور وجہ ٔ قیام سے گریز کی بنا پر کوئی بھی ملک اپنے وجود کا جواز کھو دیتا ہے۔ وطنِ عزیز کو تاریک راہوں پر چلانے والے کسی طرح بھی اس کے خیر خواہ نہیں ہو سکتے۔

جہاں تک ایک باقاعدہ اسلامی حکومت کے خلاف مسلح جدوجہد کے لیے تین شرائط کا سوال ہے تو یہ بات صاحبِ مضمون نے بہت شد و مد کے ساتھ پیش کی ہے کہ اگرچہ ہماری حکومتیں انتہائی غیر معیاری، سُست اور کرپٹ رہی ہیں اور عملاً گنہگار ہیں لیکن وہ کھلے بندوں کفر کا ارتکاب نہیں کرتیں، صرف دین کے ہر کام میں حیلہ بازیاں اور ٹال مٹول کرتی ہیں لیکن انکار نہیں کرتیں۔ گویا عملی مزاحمت کے لیے دین کی پہلی شرط یعنی کھلے کفر (کفرِ بواح) کا ارتکاب نہیں کرتیں۔ یہ ان کا اپنا مؤقف تو ہو سکتا ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ شریعت کے نفاذ سے گریز، سب سے بڑا کفرِ بواح، کھلی منافقت اور باغیانہ معصیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کتاب اللہ میں نازل کردہ قوانین نافذ نہ کرنے والوں کو کافر، ظالم اور فاسق قرار دیا ہے۔ سورۂ مائدہ کے اس حکم سے بڑی گواہی پیش نہیں کی جا سکتی۔ اسی طرح قرآن کا حکم ہے کہ سود ترک نہ کرنے کی صورت میں اللہ اور اس کے رسول ؐ کے ساتھ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ۔ سود کی حرمت کے حکم کو عملی طور پر معطل کر کے یہ چیلنج بھی عرصۂ دراز سے حکومت نے قبول کیا ہوا ہے۔ سود کے بارے میں وفاقی شریعت کورٹ کے فیصلہ کو تین سال گزر چکے ہیں لیکن سپریم کورٹ میں دائر شدہ اپیل کی سماعت کی نوبت ابھی تک نہیں آئی۔ گذشتہ سال راقم الحروف کی طرف سے فوری سماعت کی درخواست پر نوٹس جاری ہوئے تو سرکار نے مؤقف اختیار کیا کہ اٹارنی جنرل کیس کی تیاری نہیں کر سکے اور سماعت مؤخر کروالی۔

© rasailojaraid.com



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com



تیاری نہ ہو سکنے کا بہانہ پیش کرنے کے بجائے اصل حل تو یہ تھا کہ اپیل واپس لے لی جاتی۔ لیکن اللہ اور اس کے رسول ؐ سے جنگ جاری رکھنے کی پالیسی برقرار ہے۔ علاوہ ازیں ایسی حکومتوں کو جو شرعی قوانین کو فرسودہ اور ظالمانہ قرار دے چکی ہوں اور اپنے پکے مسلمان نہ ہونے کا اعلان کر چکی ہوں، کس بنا پر اسلامی کہا جا سکتا ہے۔ دورِ حاضر کے مفکر مولانا ابوالحسن علی ندوی نے اس سیکولر رویہ کو ذہنی ارتداد کا نام دیا ہے، جس کے وبال میں ہمارے حکمران مبتلا ہیں۔

دوسری شرط مضمون نگار نے یہ قرار دی ہے کہ صرف اس حکومت کے خلاف علَمِ بغاوت بلند کیا جا سکتا ہے، جو نہ تو عام مسلمانوں کی رائے سے قائم ہوئی ہو اور نہ ہی عام مسلمانوں کے لیے اس حکومت کو تبدیل کرنے کا پُرامن رستہ موجود ہو کیونکہ بحکم قرآن ﴿ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ ﴾ ان کے معاملات آپس کے مشورہ سے چلتے ہیں۔ اس ضمن میں اسلام کے تصور شوریٰ سے قطع نظر یہ غلط فہمی دور ہو جانی چاہیے کہ ہمارے ہاں قائم ہونے والی حکومتیں، عام مسلمانوں کی نمائندہ بھی نہیں ہوتی ہیں کجا یہ کہ اسلام کا شورائی نظام موجود ہو۔ مثلاً ووٹر اور امیدوار ایک اہل مسلمان کے معیار پر کہاں تک پورے اُترتے ہیں؟ پھر پچاس فیصد یا بعض صورتوں میں اس سے بھی کم تعداد میں ووٹ ڈالے جاتے ہیں اور ان میں سے بھی تیس فیصد ووٹ لینے والے حکمران بن بیٹھتے ہیں۔ اس لیے بجا طور پر کہا جاتا ہے کہ ہماری پارلیمنٹ منتخب کہلوانے کے باوجود نمائندہ نہیں ہوتی۔ (1)

تیسری شرط انہوں نے یہ بیان کی ہے کہ جس رہنما کی قیادت میں مزاحمت شروع کی جائے اس کے متعلق یہ بات بالکل اعتماد کے ساتھ واضح ہو کہ قوم کی بہت بڑی اکثریت اس کے ساتھ ہے۔ اس کے احکام کو حکومتی حکم کے طور پر قبول کرتی ہے اور عملاً اس رہنما نے اپنی حکومت تشکیل دے دی ہے۔ لیکن واقعہ کربلا اس شرط کی نفی کرتا ہے کیونکہ حضرت حسین رضی اللہ عنہ نے مطلوبہ قوت کے بغیر مزاحمت کا فیصلہ کیا تھا۔ تاہم اس شرط پر صوفی محمد سوفی صد پورا اُترتے ہیں جن کے حق میں علاقہ کے عوام نے عملی اعتماد کا اظہار کر دیا تھا اور مکمل نظم و ضبط کے ساتھ اپنے غلبہ کا مظاہرہ کیا۔ قومی پریس نے بھی انہیں مالاکنڈ کے خمینی کی حیثیت سے پیش کیا۔ اس کے باوجود انہوں نے حکومت کے خلاف بغاوت کا اعلان نہیں کیا بلکہ اپنی تحریک کے ذریعہ نفاذِ شریعت کا مطالبہ کر کے ایک دینی فریضہ ادا کیا۔ ابتداً انہوں نے مالاکنڈ اور ضلع کوہستان سے کی کیونکہ وہاں سرے سے

---

۱۔ پھر اگر کامیاب امیدوار کو نمائندہ تسلیم بھی کر لیا جائے تو وہ ایک حلقہ میں ہی نمایاں ہوتا ہے جو ایک بلدیاتی حلقہ کا نمائندہ تو کہلا سکتا ہے صوبائی یا قوم کا معتمد کیسے بنا؟ جبکہ ملک وملت کی سطح پر ایسے بہت سے نمائندوں کی پہچان تک نہیں ہوتی اور وہ فیصلے پورے ملک کی طرف سے کرتے ہیں۔ (محدث)



© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com



کوئی قانون ہی موجود نہیں تھا۔ اگلی منزل پاکستان کے دوسرے حصوں میں شریعت کا نفاذ ہو سکتی تھی جس کے لیے انہیں پورے ملک کے علماء کی تائید وحمایت حاصل ہے۔

مسئلہ کے حل کے طور پر مضمون نگار نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ اگر حکومت مطالبات ماننے میں ٹال مٹول سے کام لے تو انتخاب کے وقت اس کا جواب دیا جائے۔ اس وقت تحریک نفاذ شریعت اپنے نمایندے بھی کھڑے کر سکتی ہے اور دوسری دینی پارٹیوں یا بڑی سیاسی پارٹیوں سے اتحاد بھی کر سکتی ہے۔ اس طرح انہوں نے فرسودہ نظام کا حصہ بننے کا مشورہ دیا ہے تاکہ وہ بھی نمک کی کان میں جا کر نمک بن جائیں۔ ووٹوں کی سیاست جو نوٹوں کے بغیر ایک قدم نہیں چل سکتی، اس رستہ میں کیسے مدد معاون بن سکتی ہے۔ جبکہ سابقہ تجربے بارہا اس کی نفی کر چکے ہیں۔ خود شریعت کورٹ یہ فیصلہ دے چکی ہے کہ ہمارا اِنتخابی نظام غیر شرعی ہے اس کی اصلاح کی جائے۔ لیکن صد حیف کہ اس پر عمل پیرا ہونے کی بجائے سپریم کورٹ میں اپیل کر کے اسے بھی طاقِ نسیاں پر رکھ دیا گیا ہے۔ حکومتوں کی مدح سرائی کوئی نئی بات نہیں۔ جابر حکومتوں کو ظلِّ الٰہی کا درجہ دینے اور ان کے فال و فر کی حفاظت کے لیے عوام کو تلقین کرنے کا سلسلہ سرکاری درباری دانشوروں نے نقیبِ ملوکیت کے دور میں شروع کیا تھا۔ اس طرح کے ناصحین کو علامہ اقبالؒ نے فتنہ قرار دیتے ہوئے فرمایا تھا: ع

فتنۂ ملتِ بیضا ہے امامت اُس کی
جو مسلماں کو سلاطیں کا پرستار کرے

اس کے مقابلہ میں انہوں نے دین و ملت کے ان رہنماؤں کو ترجیح دی ہے جو غلبہَ اسلام اور شہادتِ حق کی خاطر اپنے جان مال کے ساتھ جدوجہد کرنے کی تلقین کرتے ہیں: ع

ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رُخِ دوست
زندگی تیرے لیے اور بھی دشوار کرے

بخاری اور مسلم کی احادیث میں حکمرانوں کا اتباع اس شرط کے ساتھ مشروط کیا گیا ہے کہ صرف اس وقت تک ان کا حکم مانا جائے جب تک وہ دین کو قائم کریں (ما اقاموا الدین) اور عدل و انصاف کریں (ماحکموا فعدلوا) یہاں دین کے قیام سے مراد صرف نماز کا قیام نہیں بلکہ مکمل دین جس میں قوانینِ شریعت کا نفاذ، زکوٰۃ و جہاد کا قیام اور سود کا خاتمہ شامل ہے، مراد لیا گیا ہے۔ خلفائے راشدین کا اپنی رعایا کے ساتھ تعامل یہ تھا کہ اکثر فرمایا کرتے کہ

"اگر مجھ میں غلطی پاؤ تو مجھے سیدھا کر دو"

© rasailojaraid.com



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com



جبکہ رعایا بھی اس قدر جَری تھی کہ جلیل القدر خلفاء سے واضح طور پر کہہ دیا گیا کہ
"اگر ہم آپ میں کوئی کجی پائیں گے تو تلوار سے سیدھا کر دیں گے"۔

امام ابن تیمیہؒ نے اپنی کتاب "الحسبة في الاسلام" فصل دوم میں محکمہ دفاع، عدلیہ اور مالیات وغیرہ کا ذکر کرتے ہوئے انہیں مناصبِ دینیہ قرار دیا ہے اور ایسے مسلمان حکمران کو جو ان فرائض کی ادائیگی میں اسلامی اصولوں کی پیروی نہیں کرتا ظالم اور فاجر شمار کرتے ہوئے قرآن کی اس آیات کا مصداق ٹھہرایا ہے: ﴿ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴾ اور ﴿ وَاِنَّ الْفُجَّارَ لَفِيْ جَحِيْمٍ ﴾ "بے شک نیکوکار، نعمتوں کی جنت میں اور فجّار دوزخ میں ہوں گے"۔

شاہ اسمٰعیل شہیدؒ نے "منصبِ امامت" میں ایسے مسلمان حکمرانوں کی حکومت کو جن سے احکامِ شرع کی مخالفت اور عناد ظاہر ہو، سلطنتِ کفر قرار دیا ہے۔ مصر کے جید عالم سید قطب شہید نے موجودہ مسلمان ممالک کے بارے میں عدم اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے بزورِ بازو قیادت کی تبدیلی اور غلبۂ اسلام کی مساعی کو ناگزیر قرار دیا ہے۔ پاکستان میں ان کے ہم عصر مولانا مودودی مرحوم نے "اسلامی حکومت کس طرح قائم ہوتی ہے" کے عنوان سے تحریر کیا ہے:

> "وہ قومی حکومت جس پر اسلام کا نمائشی لیبل لگا ہو گا، اسلامی انقلاب کا رستہ روکنے میں اس سے بھی زیادہ جری و بے باک ہوگی جتنی غیر مسلم حکومت ہوتی ہے۔ غیر مسلم حکومت جن کاموں پر قید کی سزا دیتی ہے، وہ مسلم قومی حکومت، ان کی سزا پھانسی اور جلاوطنی کی دے گی"۔

اس اجمال کی تفصیل آج مصر سے الجزائر تک پھیلی ہوئی ہے۔ اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کے لیے اُٹھنے والی تحریکوں کو یہی مشکل درپیش ہے۔ اس صورتِ حال کا حل انہوں نے "ایک صالح جماعت کی ضرورت" میں اس طرح پیش کیا ہے:

> "رفتہ رفتہ ان تمام نقصانات، تکلیفوں اور مصیبتوں کو برداشت کرنا ہو گا جو نظامِ غالب کے خلاف بغاوت کرنے کا لازمی نتیجہ ہیں۔ پھر انہیں وہ سب کچھ کرنا ہو گا جو ایک فاسد نظام کے تسلط کو مٹانے اور ایک صحیح نظام قائم کرنے کے لیے ضروری ہے۔ اس انقلاب کی جدوجہد میں اپنا مال بھی قربان کرنا ہو گا۔ اپنے اوقاتِ عزیز بھی صَرف کرنے پڑیں گے۔ اپنے دل و دماغ اور جسم کی ساری قوتوں سے بھی کام لینا پڑے گا۔ قید اور جلاوطنی اور ضبطِ اموال اور تباہیِ اہل و عیال کے خطرات بھی سہنے ہوں گے اور وقت پڑے تو جانیں بھی دینا ہوں گی۔ ان راہوں سے گزرے بغیر دنیا میں نہ کبھی کوئی انقلاب آیا ہے اور نہ آسکتا ہے"۔

© rasailojaraid.com



محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com


اس تناظر میں دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ زوالِ امت کے اس دور میں خرابیوں کی اصلاح کی گنجائش کہیں زیادہ ہے۔ ہمارے پڑوسی ملک ایران میں ایسی ہی ایک کامیاب کوشش ہو چکی ہے۔ شاہ ایران کی سیکولر حکومت کے مقابلہ میں خمینی مرحوم کے انقلاب پر امتِ مسلمہ زیادہ متفق ہے۔ [1]

---

۱۔ ڈاکٹر محمود الرحمٰن فیصل نے امام ابن تیمیہؒ سے لے کر ایرانی انقلاب تک ظالم حکمرانوں اور حکومت کے خلاف جن آراء اور جدوجہد کا ذکر کیا ہے اس کے بارے میں اگر چند تنقیحات پیش نظر رہیں تو شرعی نقطہ نظر سمجھنا آسان رہے گا۔ واضح رہے کہ جدید سیاسیات نے ریاست اور حکومت کو الگ الگ کرکے ریاست کی مخالفت میں جو شدت اختیار کی ہے، وہ حکومت کے بارے میں نہیں ہے۔ چنانچہ حزبِ اختلاف کی حزبِ اقتدار سے چپقلش روز مرہ کا معمول ہے لہٰذا امام ابن تیمیہؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ جس طرح نظام کے عادلانہ ہونے پر زور دیتے ہیں، وہ جدید تعبیر کے مطابق حکومت کے بجائے ریاست میں شریعت کے نفاذ کی ہیئتِ حاکمہ سے متعلق ہے۔ جس طرح قرآن وحدیث کی ایسی تعلیمات جن میں رعایا کی طرف سے حکام کی اطاعت کے لئے "اقامتِ دین" کی شرط مذکور ہے، وہ ریاستی اقتدار پر ہی لاگو ہوں گی۔ یعنی ریاستی اقتدار اسی وقت تسلیم کیا جاسکتا ہے، جب ریاست شریعت کی عملداری قائم کرے۔ یہاں یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ جو لوگ یہاں ما صلّوا (حکام کا نمازی ہونا) کافی سمجھتے ہیں، وہ اس نکتے کو نظرانداز کردیتے ہیں کہ حکمرانوں کا نمازی ہونا ریاست کی شرعی حیثیت سے مختلف شے ہے۔ ریاست کی شرعی ہیئت دستور میں شریعت کی بالادستی ہی سے متعین ہوگی۔ مالاکنڈ ڈویژن وغیرہ میں نفاذ شریعت کا مسئلہ اس اعتبار سے "تحریک" کے حق میں جاتا ہے۔ سید قطب شہیدؒ اور سید مودودیؒ کی فکر، نفاذ شریعت کے مطالبہ کی حد تک اسی سے ہم آہنگ ہے لیکن بزور بازو قیادت کی تبدیلی، جسے آج کل "انقلاب" کہتے ہیں، وہ زیادہ تر حکومت کی تبدیلی کا مسئلہ ہے جو مختلف شے ہے۔ اگرچہ اسے اس حد تک "فقہ" میں مسئلہ خروج سے مشابہ قرار دے سکتے ہیں۔ لیکن اس کا یہ پہلو کافی ہلکا ہے کہ یہ حکمرانوں (حکومتِ وقت) سے گلو خلاصی کی بحث ہے۔ لہٰذا سابقہ فقہاء کی بھی اس کے بارے میں دو رائیں ہیں جو زیادہ تر اس نکتہ کے گرد گھومتی ہیں کہ فتنہ کے پیشِ نظر مصلحت کس جانب راجح ہوتی ہے۔ باقی رہا ایرانی انقلاب تو شیعہ سنّی نزاع سے قطع نظر مروجہ سیاست کی رُو سے یہ ایک جدید طرز کا انقلاب ہے۔ جمہوریت بھی عجیب ہے کہ جب احتجاجی اور منفی سیاست کرتی ہے تو پُرتشدد کہلاتی ہے اور جب اقتدار پر براجمان ہو تو حزبِ اختلاف اسے آمریت اور فسطائیت کا نام دیتی ہے۔ جو لوگ قیادت کی تبدیلی کے لئے مغربی طرز کے انتخابات اور احتجاجی سیاست (جو دونوں جمہوری طریقے ہیں) یا تصادم اور کشمکش (جو اشتراکیت نے دنیا کو سکھائی) پر بحث کرتے وقت اسلام کو اس میں کھینچ لاتے ہیں اور صرف انہی تین طریقوں میں اسلامی منہاج کو تلاش کرتے ہیں، وہ بنیادی طور پر اس اسلامی اصول کو بھول جاتے ہیں کہ اسلام کو دراصل "اقتدار کن ہاتھوں میں ہے" اس سے زیادہ غرض نہیں۔ [اگرچہ وہاں بھی بنیادی شرط نمازی کی ہے اور صالح سے صالح تر قیادت پسندیدہ امر ہے، لیکن فتنہ کے پیشِ نظر، اس میں احتیاط اور عدمِ احتیاط کے پہلو سے فقہاء، ترجیحات میں اختلاف کرتے ہیں۔] حاصل یہ ہے کہ ریاست میں نفاذ شریعت کا پہلو راجح ہے اور حکومت میں کم از کم بھی شرائط گوارا ہیں۔ (محدث)


© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

www.KitaboSunnat.com
© rasailojaraid.com



مالاکنڈ میں اسلام کے نام پر اشک شوئی کے لیے جن پاکستانی قوانین کے نفاذ کا اعلان کیا گیا ہے ان میں بہت سی خامیاں پائی جاتی ہیں۔ قانونِ شہادت اغلاط سے پُر ہے۔ شریعت ایکٹ میں نظامِ سیاست و معیشت کو قرآن و سنت کی بالادستی سے مستثنیٰ رکھا گیا ہے۔ اسی وجہ سے شریعت کورٹ نے اس کی تین دفعات کو منسوخ قرار دے دیا تھا۔ زکوٰۃ و عُشر آرڈیننس خود ساختہ گمراہ کُن دفعات پر مبنی ہے۔ قصاص و دیت آرڈیننس کئی سال سے پارلیمنٹ کی منظوری کے بغیر چلا آرہا ہے۔ اس بنا پر قصاص (پھانسی) کی سزا معطل ہے۔ اس کی دفعہ ۳۰۲ میں قرآنی احکامات کی خلاف ورزی کرتے ہوئے قصاص کے علاوہ تعزیراً سزائے موت اور قید کی سزائیں تجویز کی گئی ہیں جو خلافِ اسلام ہیں۔ گویا اختلافات کے خاتمہ کی جانب کوئی مؤثر قدم نہیں اٹھایا گیا۔ صرف وعدوں پر گزارا کیا جارہا ہے جبکہ اس دور میں صرف وعدوں کے سہارے زندہ رہنا بہت مشکل کام ہے۔

پاکستان کی دینی سیاسی جماعتوں کی سابقہ کارکردگی اتنی اچھی نہیں رہی۔ فرقہ واریت کا پیغام ان کے رستے کی سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ چالیس سال قبل مختلف مکاتبِ فکر کے ۳۱ علماء نے نفاذِ اسلام کے لیے متفقہ طور پر ۲۲ نکات طے کئے تھے۔ باہمی تعاون کا یہ سلسلہ جاری رہتا تو آج صورتِ حال مختلف ہوتی۔ ناکامی کی بڑی وجہ دینی عناصر کی طرف سے مغربی جمہوری سیاست کا حصہ بننا ہے جسے سیکولر بنیادوں پر اپنا لیا گیا ہے۔ غیروں سے مستعار قوانین اور اصول و ضوابط کے تحت وہ کسی اور کی وکٹ پر اس کی مرضی کے مطابق کھیلنے پر مجبور ہیں۔ سابقہ انتخابی نتائج اس پر شاہد ہیں۔ اس نظام کو شریعت کے مطابق ڈھالنے کے لیے انہیں اپنی حکمت عملی کا از سر نو جائزہ لینا ہوگا۔ خطباتِ جمعہ میں موضوعات کی یکسانی اور لگے بندھے فروعی مسائل کی تکرار کی بجائے اَزلی اَبدی اصولوں، توحید، رسالت اور آخرت سے لوگوں کو روشناس کرایا جائے۔ غیر مصدقہ (ضعیف) روایات اور آراء کو ترک کرکے اجتہاد کی روشنی میں نئے دور کے مسائل کا حل تلاش کیا جائے۔ نئی نسل کے شکوک و شبہات کا ازالہ کیا جائے۔ دورِ حاضر کا مسلمان جب تک خود دینی تعلیمات سے آراستہ اور مطمئن نہیں ہوگا اسلام کا پیغام دیگر اقوام تک نہیں پھیل سکتا۔ اشتراکیت کے خاتمہ کے بعد عالمی اُفق پر جو نظریاتی خلا پیدا ہوا ہے اسلام اسے بہتر طور پر پُر کرسکتا ہے اور اس کی کامیابی کے روشن امکانات موجود ہیں۔ شرط یہ ہے کہ اسلام کو اپنے گھر میں اجنبی نہ بنایا جائے بلکہ اسے پھلنے پھولنے کا بھرپور موقع فراہم کیا جائے۔

(ڈاکٹر محمود الرحمن فیصل)

○ ○ ○



© rasailojaraid.com
محکمہ دلائل وبراہین سے مزین متنوع ومنفرد کتب پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ